

## حصص کی خرید و فروخت اور علمائے پاک و ہند کے اجتہادات تحقیقی و تقابلی جائزہ

\* ڈاکٹر حافظ عبدالباسط خان

Global economic recession of 2008-09 has once again underlined the importance of Islamic Economic System. During the last fifteen years, eminent economists have contributed a lot in evolving an Islamic system regarding contemporary economic system. This article intends to highlight the fatawas of muslim scholars of subcontinent regarding the transaction of shares in Stock Market.

یوں تو صنعتی انقلاب نے تمام شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا ہے، تاہم وہ شعبہ جو اس انقلاب سے سب سے زیادہ متاثر ہوا اور جس کے واسطے سے اس انقلاب نے دیگر شعبہ ہائے زندگی کو متاثر کیا، یقیناً وہ اقتصادیات و معاشیات کا شعبہ ہے۔ اس انقلاب نے معاشیات کو ایک نیا رخ دیا۔

بڑے سرمائے (Big Capital) کے حصول کے لیے بینکنگ اور بازار حصص جیسے ادارے بنائے گئے اور بڑے سرمائے کی حفاظت کے لیے بیمہ کا ادارہ متعارف کروایا گیا اور ان سہ مذکورہ اداروں کے ذریعے سود اور منافع کو دنیا کے نقشے کے گرد گھمایا (Globalize کیا) گیا۔

اسلام اگر مکمل دین ہونے کا دعویٰ دار ہے اور تغیرات و حوادث کے بارے میں انفعالی کی بجائے تفعیلی کردار کا مدعی ہے تو پھر علمائے اسلام کا فرض بنتا ہے کہ وہ ہر حادثہ کا اصولی اور فروعی محاکمہ پیش کریں۔ زیر نظر مقالہ اسلام کے اس دعویٰ کی حقانیت اور علمائے اسلام کے اس فرض کو نبھانے کی ایک ادنیٰ دلیل ہے۔ علمائے پاک و ہند اپنے دینی تہذیب، علمی رسوخ اور عملی چٹنگی میں شہیر زمانہ ہیں۔ زیر نظر مقالہ معاصر مسائل پر ان کے اجتہادات کی ایک قسط ہے۔ حصص (Shares) اور بازار حصص کی حقیقت سمجھنے کے لیے پبلک لیٹڈ کمپنی کا تعارف ضروری ہے۔

شرکت کی جدید اقسام

Joint Stock companies

۱۔ مشترکہ سرمایہ کی کمپنیاں

- انہیں کا دوسرا نام پبلک لمیٹڈ کمپنیز Public Limited Companies بھی ہے۔
- ۲۔ نجی محدود کمپنی Limited Companies
- ۳۔ کاروباری شراکت Partnership
- ۴۔ انجمن ہائے امداد باہمی Co-operatives

ان تمام اقسام مذکورہ میں سے تجارت میں قسم اول کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔ لہذا اس کا تفصیلی ذکر کیا جا رہا ہے۔

### پبلک لمیٹڈ کمپنی

یورپ میں صنعتی انقلاب رونما ہونے کے بعد سترہویں صدی کے آغاز میں بڑے بڑے کارخانوں وغیرہ کے قائم کرنے کے لیے جب عظیم سرمایہ کی ضرورت پڑنے لگی، جس کو کوئی شخص اکیلا یا چند افراد مل کر فراہم نہیں کر سکتے تھے تو اس وقت عام لوگوں کی منتشر بچتیں یکجا کر کے ان سے اجتماعی فائدہ اٹھانے کے لیے کمپنی کا نظام رائج ہوا۔

کمپنی اور شرکت میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ شرکت میں ہر شریک کی الگ الگ ملکیت متصور ہوتی ہے جبکہ کمپنی میں کئی افراد کے مجموعے کو ایک شخص قانونی قرار دیا جاتا ہے۔ اس شخص قانونی کو ”کارپوریشن“ کہتے ہیں۔ اسی کی ایک قسم کمپنی ہے۔

چونکہ پبلک لمیٹڈ کمپنی کا تعلق عوام کے سرمائے سے ہوتا ہے، اس لیے حکومت اس طرح کی کمپنی کی تشکیل کے لیے باقاعدہ اہتمام کرتی ہے۔ کمپنی پہلے ایک رپورٹ تیار کرتی ہے جس میں کاروبار کے چلنے کے امکانات، وسائل، درکار سرمایہ اور امکانی نفع وغیرہ جیسے امور ذکر ہوتے ہیں۔ اسے Feasibility Report کہتے ہیں۔ پھر کمپنی کا اجمالی ڈھانچہ Memorandum تیار ہوتا ہے۔

پھر انتظامی قواعد و ضوابط Articles of Association لکھے جاتے ہیں۔ پھر Corporate law authority کو ان مذکورہ بالا چیزوں سمیت ایک درخواست دی جاتی ہے۔ درخواست منظور ہونے پر کمپنی کی ایک مستقل حیثیت بن جاتی ہے۔ اسی کو شخص قانونی (Legal person) یا فرضی شخص (Fictitious person) کہتے ہیں۔

اب لوگوں کو کمپنی میں حصہ دار (Share Holder) بننے کی دعوت دینے کے لیے ایک تعارفی کتابچہ (Prospectus) شائع کیا جاتا ہے۔

عوام سے کمپنی جو سرمایہ حاصل کرے گی اس کی تحدید کردی جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر کمپنی کو حصص (Shares) جاری کرنے کا مطلق اختیار نہیں ہوتا بلکہ اس کی تحدید ہوتی ہے۔ حصہ (Share) بنیادی طور پر اس منظور شدہ سرمایہ کی ایک اکائی ہے۔ (۱) شرعی اعتبار سے کمپنی کے بارے میں تین چیزیں محل نظر ہیں۔

(۱) شخص قانونی کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

(۲) محدود ذمہ داری (Limited liability) کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

(۳) کمپنی شرعی معنی میں عقد کی کونسی قسم کے تحت آتی ہے۔

ان تینوں امور کے متعلق برصغیر میں فقہ المعاملات پر گہری نظر رکھنے والے عالم مولانا محمد تقی عثمانی اور ان کے موافقین کی تحقیق مندرجہ ذیل سطور میں ذکر کی جا رہی ہے۔

۱۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، کمپنی کا علیحدہ سے ایک وجود قائم ہو جاتا ہے۔ کمپنی اپنے حاملین حصص سے علیحدہ قانونی وجود رکھتی ہے۔ اس قانونی وجود کا تصور واضح طور پر شریعت میں موجود تو نہیں البتہ ایسے نظائر شریعت میں موجود ہیں جس سے اس کے تصور پر روشنی پڑتی ہے۔

شخص قانونی کے نظائر

۱۔ وقف بھی ایک طرح کا شخص قانونی ہے۔ وہ مالک ہوتا ہے اگر کوئی شخص اپنی کسی چیز کو وقف کرتا ہے تو وقف کا ادارہ اس کا مالک ہوتا ہے اور وہ شے مملوک ہوتی ہے۔ وقف دائر بھی ہوتا ہے۔ جیسے ارض موقوفہ کو کوئی شخص کرایہ پر لے تو یہ کرایہ وقف کا دین ہے۔ اسی طرح وقف عدالتی دعوؤں میں مدعی اور مدعی علیہ بھی ہوتا ہے۔

۲۔ بیت المال بھی شخص قانونی کی نظیر ہے۔ بلکہ بیت المال کا ہر حصہ شخص قانونی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر بیت المال کے ایک حصہ میں مال نہ ہو تو بقدر ضرورت دوسرے حصے سے قرض لیا جاسکتا ہے۔ مقدم الذکر حصہ مدیون ہے اور مؤخر الذکر دائر ہے۔ لہذا اس میں بھی شخص قانونی کی صفات پائی جاتی ہیں۔

۳۔ ترکہ مستغرقہ بالمدین بھی شخص قانونی کی نظیر ہے۔ کسی میت کا سارا ترکہ دیون سے مستغرق ہو تو اس صورت میں دائنین کا مدیون نہ میت ہے، اس لیے کہ مرنے کے بعد کوئی شخص مدیون نہیں ہوتا اور نہ ورثہ مدیون ہیں اس لیے کہ ان کو تو میراث ملی ہی نہیں لہذا یہاں مدیون ترکہ ہوا جو شخص قانونی ہے۔

۴۔ خطۃ اشبوع: ماسوا حنفیہ کے ائمہ ثلاثہ کے ہاں مال زکوٰۃ کی شخصوں میں مشاع طور پر مشترک ہو تو

زکوٰۃ انفرادی طور پر حصوں پر نہیں بلکہ مجموعے پر ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ مجموعہ ایک شخص قانونی ہے۔ (۲)

## ۲۔ محدود ذمہ کی شرعی حیثیت

جہاں تک محدود ذمہ داری کی شرعی حیثیت کا سوال ہے تو اس کی بھی ایک شرعی نظیر موجود ہے۔

عقد مضاربت میں جب تک رب المال مضارب کو دوسروں سے قرضے لینے کی اجازت نہ دے اس وقت تک رب المال کی ذمہ داری اس کے سرمائے تک محدود رہتی ہے۔ اگر مضارب نے رب المال کی اجازت کے بغیر قرضے لیے تو مضارب ہی اس کا ذمہ دار ہوگا۔ یہاں سے شریعت میں محدود ذمہ داری کے تصور کی ایجاد ملتی ہے۔ لیکن ایک اشکال باقی رہتا ہے وہ یہ کہ یہاں مضاربت میں اگر رب المال نہیں تو کم از کم مضارب تو ذمہ دار ہوتا ہے جس سے دائین کا ذمہ خراب نہیں ہوتا، یعنی ان کی رقم بالکل نہیں ڈوبتی جبکہ کمپنی کو قرض دینے والے اداروں کی رقم بالکل ڈوب جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت معاذؓ کی تفلیس (مفلس بنانے کے بعد) فرمانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔

”خذوا ما وجدتم لیس لکم الا ذلک“ (۳)

”یعنی جو تمہیں ان سے ملے وہ لے لو، اس کے علاوہ تمہارے لیے کچھ نہیں۔“

۳۔ فقہ میں لیٹنڈ کمپنی کی ایک دلچسپ نظیر موجود ہے جو لیٹنڈ کمپنی سے نہایت قریب ہے۔ وہ عبد آذون فی التجارة ہے۔ اسے آقا کی طرف سے تجارت کی اجازت تو ہوتی ہے تاہم اگر اس پر دیون واجب ہوں تو اس غلام کی اپنی قیمت کی حد تک محدود ہوں گے۔ اس سے زیادہ کا نہ غلام سے مطالبہ ہو سکتا ہے نہ آقا سے۔ (۴)

## حصص اور بازار حصص کا تعارف

بازار حصص (Stock exchange) وہ بازار ہے جس میں پبلک لیٹنڈ کمپنیز (Public limited companies) کے حصص فروخت ہوتے ہیں۔ بازار حصص کی حقیقت یہ ہے کہ جب مختلف لوگ سرمایہ لگا کر کسی کمپنی کے حصص دار بنتے ہیں تو پھر ان سب کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ جب چاہیں کمپنی میں سے اپنا حصص نکال لیں الا یہ کہ انہیں ایک ایسا بازار میسر ہو جہاں وہ اپنا حصص فروخت بھی کر سکتے ہوں اور دوسری کمپنیوں کے حصص خرید بھی سکتے ہوں۔

بازار حصص میں صرف انہی کمپنیوں کے حصص فروخت کیے جاسکتے ہیں جس کی کوئی نہ کوئی ساکھ ہو اور وہ

قابل اعتماد ہوں۔ بازار حصص میں جن کمپنیوں کے حصص کی خرید و فروخت ہوتی ہے ان کو Listed companies کہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں جن کمپنیوں کے حصص بازار حصص میں فروخت نہیں ہوتے ان کو Unlisted companies کہتے ہیں۔ کسی کمپنی کی لسٹنگ کبھی تو کمپنی کے وجود میں آنے کے فوراً بعد ہو جاتی ہے اور کبھی منظور ہو جانے کے بعد کاروبار شروع ہونے سے پہلے ان کی لسٹنگ (Listing) ہو جاتی ہے۔ شیئرز خریدنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ بعض لوگ کمپنی میں حصہ دار بننے کے لیے شیئرز خریدتے ہیں اور اپنے پاس رکھ کر سالانہ منافع حاصل کرتے ہیں۔ مگر ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

۲۔ اکثر لوگ شیئرز کو مال تجارت سمجھ کر اس کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ شیئرز کی قیمت چونکہ کھتی بڑھتی رہتی ہے اس لیے جب شیئرز کی قیمت کم ہو تو خرید لیتے ہیں اور جب بڑھ جائے تو بیچ دیتے ہیں۔ ایسی تجارت اور ان سے حاصل ہونے والے منافع کو Capital gain کہتے ہیں۔ چونکہ ایسی تجارت میں یہ اندازہ پہلے سے لگانا ہوتا ہے کہ آئندہ کس کمپنی کے شیئرز کی قیمت بڑھے گی اور کس کمپنی کے شیئرز کی قیمت کم ہوگی۔ اس اندازہ لگانے کو تخمین یا سٹہ (Speculation) کہتے ہیں۔ پھر شیئرز کی خریداری کے تین طریقے ہیں۔

۱۔ حاضر سودا (Spot sale): اس میں عام تجارت کی طرح شیئرز بیچ کر قیمت وصول کر لی جاتی ہے۔ البتہ مشتری کا شیئر کے سرٹیفیکیٹ پر قبضہ عموماً ایک ہفتے بعد ہی ہوتا ہے۔

۲۔ (Sale on Margin): اس میں شیئرز کی قیمت کا کچھ حصہ ابھی ادا کر دیا جاتا ہے جبکہ باقی ادھار رکھا جاتا ہے۔ چونکہ بازار حصص میں خرید و فروخت عموماً دلالوں (بروکرز) کے ذریعے ہوتی ہے اس لیے خریدنے والا یہ ادھار کا معاملہ اسی دلال سے کر لیتا ہے۔ وہ اپنے دلالوں کو کہہ دیتا ہے کہ تم میرے لیے اس کمپنی کے شیئرز خرید لو میں اتنے فیصد رقم ابھی تمہیں دیتا ہوں باقی تم اپنی طرف سے ادا کرو میں بعد میں تمہیں ادا کرونگا۔ دلال اس قرض پر بڑا اوقات سود بھی لیتے ہیں۔

۳۔ (Short Sale): یہ درحقیقت بیع غیر مملوک ہے۔ کیونکہ اس میں بائع ایسے شیئرز فروخت کرتا ہے جس پر اس کا قبضہ ابھی نہیں ہوا لیکن اسے توقع ہے کہ وہ خرید کر مشتری کو دے دیگا۔

پھر شیئرز کے سودے دو طرح کے ہوتے ہیں ایک کو حاضر سودا (Spot Sale) اور دوسرے کو غائب سودا (Forward Sale) کہتے ہیں۔

حاضر سودے میں شیئرز کی بیع بھی اسی وقت ہو جاتی ہے اور منتقلی بھی اسی وقت ہو جاتی ہے۔ خریدار ابھی سے شیئرز لینے کا حقدار ہوتا ہے مگر بعض انتظامی مجبوریوں کی بناء پر شیئرز کے سرٹیفیکیٹ کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی ہے۔ جب کوئی شیئر خریدتا ہے تو اس خریداری کا اندراج فوری طور پر سودوں کے کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ میں ہو جاتا ہے۔ بازار حصص ان سودوں میں فریقین کی ذمہ داریوں کی ضمانت دیتا ہے۔ یہاں سودے کے تین دن بعد خریدار کو طے شدہ قیمت ادا کرنی ہوتی ہے اور بیچنے والے کو بیچنے ہوئے حصص کی ڈیلیوری دینی ہوتی ہے۔ ڈیلیوری کا مطلب حصص کی بیع میں یہ ہوتا ہے کہ جس کمپنی کے حصص بیچے گئے ہیں اس کمپنی کے ریکارڈ کے ذریعے ان حصص کی منتقلی خریدار کے نام ہو جاتی ہے۔

غائب سودوں میں بیع تو ابھی ہو جاتی ہے مگر مستقبل کی طرف مضاف ہوتی ہے۔ پھر جس تاریخ کو ادائیگی طے کی گئی تھی، اس تاریخ کے آنے پر کبھی تو تھقیہ شیئرز خریدار کے حوالے کر دیے جاتے ہیں اور کبھی اس خاص تاریخ میں شیئر کی قیمت میں جو کمی بیشی آئی ہے وہ برابر کر لی جاتی ہے۔ بطور مثال یکم جون کو PSO کے شیئر کی قیمت ۱۵۰ روپے بتاریخ ۱۵ جون ادائیگی و حوالگی طے ہوئی۔ ۱۵ جون کو اس شیئر کی قیمت ۱۶۰ ہو چکی ہے تو اب بائع خریدار کو شیئر دینے کی بجائے دس روپے دے دے گا اور قیمت ۱۴۰ ہو گئی تو خریدار بائع کو دس روپے دے دے گا۔ غائب سودے میں تاریخ مقررہ آنے تک وہ شیئر کئی ہاتھوں میں فروخت ہو چکا ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حاضر سودوں اور فوری سودوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ اول الذکر میں ڈیلیوری جلد ہو جاتی ہے جبکہ مؤخر الذکر میں دیر سے ہوتی ہے۔ (۵)

شیئرز کے بارے میں فقہاء برصغیر کے دو گروہ ہیں مانعین اور مجوزین۔

### مانعین کا موقف

مانعین میں سے بعض کا موقف یہ ہے کہ کسی بھی کمپنی کے حصص خریدنا جائز نہیں ہے۔ (۶) بعض کا کہنا ہے کہ جو کمپنیاں سودی لین دین کرتی ہیں انکے حصص خریدنا ناجائز ہے۔ (۷)

### مانعین کے دلائل

۱۔ کمپنی میں ڈائریکٹر کی حیثیت اجیر (مزدور) کی سی ہے اور شیئرز کا معاملہ اولاً شرکت اموال اور پھر اجارہ ہے۔ یہ ڈائریکٹر حضرات اکثر اوقات کمپنی کے حاملین حصص یعنی شیئرز ہولڈرز نہیں ہوتے

بلکہ کمپنی کے تنخواہ دار ملازم ہوتے ہیں۔ ان کی تنخواہیں اور مراعات مجہول ہوتے ہیں اور جہالت سے معاہدہ اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اس بات کی دلیل کہ کم از کم انکی مراعات قیمتہ ضرور مجہول ہوتی ہیں وہ رپورٹس ہیں جو کمپنی شائع کرتی ہے۔

۲۔ جب کوئی شخص کسی کمپنی کے شیئر واپس کرنا چاہتا ہے گویا وہ عقد اجارہ ختم کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ ایسا نہیں کر سکتا بلکہ بہر صورت اسے اپنا شیئر دوسرے کو فروخت کرنا پڑتا ہے اور یہ پہلے ثابت کیا گیا ہے کہ اس شیئر ہولڈر کا عقد اجارہ فاسد ہے تو اب اگر وہ دوسرے کو فروخت کر دے تو گویا وہ دوسرے کو بھی گناہ میں مبتلا کر رہا ہے۔ (۸)

۳۔ چونکہ اکثر کمپنیاں سودی لین دین کرتی ہیں اس لیے ان کمپنیوں کے شیئر ز خریدنا ناجائز ہے۔ یہ سودی کاروبار میں شراکت ہے۔ (۹)

۴۔ کمپنی کے ڈائریکٹر حضرات دھوکہ دیکر حصہ داروں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہوشیار اور کمپنی کی اندرونی حالت سے واقف لوگ احتکار و تخمین کے ذریعے زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں حصص کے کاروبار میں لوگوں کی کثیر تعداد شامل ہوتی ہے اس لیے حق تلفی، دھوکہ دہی اور ناجائز استحصال وغیرہ کو سرے سے برا خیال ہی نہیں کیا جاتا۔

۵۔ شیئر ز کی خرید و فروخت مستقبل کے تخمینے کا کاروبار کو فروغ دیکر تمسک کے صرافوں کو جنم دیتی ہے نیز حصص کی بار بار منتقلی سے اخلاقی حس کو ٹھیس پہنچتی ہے۔

۶۔ پھر بعض صورتوں میں جہالت بھی پائی جاتی ہے خاص طور پر نفع کی منتقلی میں، جیسے ترجیحی حصص (Share Preference) میں جہاں ان حصص کے حاملین کو عام حصص (Ordinary Share) رکھنے والوں پر نفع دینے میں ترجیح دی جاتی ہے۔ (۱۰)

### مجوزین کا مؤقف

مجوزین کے نزدیک جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حرام ہے، مثلاً سودی بینک، انشورنس کمپنی، شراب بنانے والی کمپنی، ان کے شیئر ز خریدنا ناجائز ہے۔ البتہ جن کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حلال ہے، ان کے شیئر ز کی خرید و فروخت تین شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ کمپنی نے نقد سرمایہ سے املاک مثلاً زمین، مشینری، بلڈنگ وغیرہ خرید لی ہوں۔ اگر ایسا نہیں تو پھر شیئر کی قیمت اسمیہ (Face value) سے زائد یا کم قیمت پر اسے فروخت کرنا ناجائز نہیں۔ کیونکہ

ایسی صورت میں شیئرز صرف نقد کی نمائندگی کر رہا ہے تو کمی یا زیادتی پر بیچ، سود ہو جائیگی۔ مثلاً اگر شیئرز پر اس کی قیمت ۱۰۰ روپیہ لکھی ہے اور کمپنی کے پاس املاک نہیں صرف نقد روپیہ ہے تو یہ ۱۰۰ روپیہ کا شیئرز ۱۰۰ روپیہ کے بدلے میں ہے اگر اسے ۹۸ یا ۱۱۰ روپے پر بیچ دیا تو یہ سودی معاملہ ہو جائے گا۔

۲۔ چونکہ کمپنیوں کا بنیادی کاروبار حلال ہے مگر انہیں رقوم بینک میں رکھ کر سود لینا پڑتا ہے یا قرض لے کر سود لینا پڑتا ہے تو شیئرز ہولڈرز (Annual General Meeting) میں ان سودی معاملات کے خلاف آواز اٹھائیں اگرچہ اس کی یہ آواز بظاہر موثر نہ بھی ہو۔

۳۔ جب منافع تقسیم ہوں تو جتنا حصہ سودی ڈیپازٹ سے حاصل ہوا ہو، اس کو صدقہ کر دے۔ (۱۱)  
یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے جب مقصود کسی کمپنی کے شیئرز خرید کر اس کمپنی کے کاروبار کے منافع حاصل کرنا مقصود ہو۔ باقی اگر مقصود محض تجارت Capita Gain ہو جس میں شیئرز خریدنا اور بیچنا اور اس سے نفع حاصل کرنا ہو تو اس کا حکم مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ فیوچر سیل (Future Sale) جس کا مقصد شیئرز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ بڑھتے گھٹتے دام کے ساتھ نفع و نقصان برابر کر لینا ہوتا ہے، جائز نہیں۔ اس میں نہ تو شیئرز پر قبضہ ہوتا ہے اور نہ ہی قبضہ پیش نظر ہوتا ہے۔

۲۔ غائب سودے (Forward Sale) جس میں بیع تو ہو جاتی ہے لیکن اضافت مستقبل کی طرف ہوتی ہے کہ میں فلاں تاریخ کو اتنے شیئرز تم سے خرید لوں گا، یہ بیع نہیں وعدہ بیع ہے۔ مقررہ تاریخ آنے پر دوبارہ باقاعدہ بیع کرنا ہوگی۔

۳۔ حاضر سودوں میں بھی جب تک شیئرز پر قبضہ نہ ہو جائے اس وقت تک اسے آگے بیچنا ناجائز نہیں۔ ۱۲۔ یہاں مولانا تقی عثمانی اور دارالعلوم کراچی کے حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ شرعاً جسے قبضہ کہا جاتا ہے وہ Delivery کے ساتھ متحقق ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ بائع جس کمپنی کے حصص بیچ رہا ہے اس کے ریکارڈ میں انتقال مشتری کے نام کا کرے۔ (۱۳)

مجوزین کے دلائل

چونکہ مجوزین کے مؤقف میں شیئرز کی خرید و فروخت برائے نفع و برائے تجارت دونوں شامل ہیں اس لیے دونوں کے دلائل علیحدہ علیحدہ ذکر کیے جاتے ہیں۔



شیرز کی خرید و فروخت برائے حصول نفع کے جواز کے دلائل:

- ۱- جہاں تک شیرز کی حیثیت اور اس کے خریدنے کے باعث شیر ہولڈر اور کمپنی کے درمیان ہونے والے تعلق کا مسئلہ ہے تو مجوزین اس کو شرکت عنان میں داخل کرتے ہیں۔ (۱۴)
  - شرکت عنان اس شرکت کو کہتے ہیں جس میں دو یا زیادہ افراد اس طرح شریک ہوں کہ ہر ایک کا سرمایہ، عمل، حقوق و نفع مساوی نہ ہوں۔ اس میں ہر شریک دوسرے کا صرف وکیل ہوتا ہے کفیل نہیں ہوتا۔ شرکت کی اس قسم میں شرائط بہت نرم ہیں۔ (۱۵)
  - ۲- مجوزین کمپنی کے ڈائریکٹر حضرات کو شیرز ہولڈرز کے وکیل شمار کرتے ہیں۔ (۱۶)
- امداد الفتاویٰ میں ایک طویل سوال متعلقہ کمپنی کے جواب میں مذکور ہے۔

”بظاہر اس عقد کی حقیقت شرکت عنان ہے، کیونکہ جو لوگ کمپنی قائم کرتے ہیں وہ دوسروں کو شریک کرنے کے وقت خود کو بھی کمپنی کا ایک حصہ قرار دیتے ہیں۔ اور اپنی عمارت مملوکہ کمپنی اور جملہ سامان و مال تجارت کو نقد کی طرف محمول کرتے ہیں۔“ (۱۷)

ایک اور سوال کے جواب میں مذکور ہے۔

”حقیقت اس معاملہ کی شرکت ہے یعنی روپیہ داخل کرنے والے اس تجارت کے شرکاء ہیں اور کارکنان کمپنی تمام کاروبار میں ان کے وکیل ہیں۔“ (۱۸)

- ۳- اب یہ بات تو اپنی جگہ بالکل ظاہر ہے اور دلیل کی محتاج نہیں کہ کوئی کمپنی اگر اصلاً حرام کاروبار کر رہی ہے تو پھر اس کے حصص لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر اس کا کاروبار حرام نہیں ہے لیکن وہ سودی لین دین میں مصروف ہے تو پھر اس شیر ہولڈر کا اس سودی لین دین کے خلاف آواز اٹھانا براءت ذمہ کے لیے کافی ہو جائے گا۔ (۱۹)

۴- باقی جب اس سودی لین دین کے نتیجے میں اس شیر ہولڈر کو ملنے والے نفع میں ایک حصہ اس سود منافع سے حاصل ہوگا تو جب اس سود کو اصل نفع سے Income Statement کے ذریعے سے معلوم کر کے نکال دیا جائے گا تو باقی مال حلال ہوگا۔ (۲۰)

- ۵- اگر کمپنی کے اثاثے صرف نقد کی شکل میں ہوں تو اس کے شیرز کی کمی بیشی پر خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔ کمپنی کے اثاثے سیال اور جامد دونوں شکلوں میں ہوں بالفاظ دیگر نقد مال اور املاک دونوں ہوں تو پھر کمی بیشی پر بھی شیرز کی بیع جائز ہے۔ اس کی دلیل ایک فقہی جزیہ ہے جو ”مدعجوة، منطبقہ مفضضہ،

سیف محلی“ کے نام سے مشہور ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز مال ربوی وغیر ربوی سے مرکب ہو اور اسے خالص مال ربوی سے فروخت کیا جائے، مثلاً ایک تلواریجس کے قبضہ میں چاندی کے ٹکینے لگے ہوئے ہیں اگر اس کو چاندی کے سکوں یعنی درہم کے بدلہ میں فروخت کیا جائے تو کیا حکم ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام احمد کی ایک روایت کے مطابق یہ خرید و فروخت جائز ہے جبکہ امام شافعی کے نزدیک جب تک مال ربوی وغیر ربوی کو جدا جدا نہ کر لیا جائے اس وقت تک یہ خرید و فروخت صحیح نہیں۔ (۲۱) البتہ آج کل کے بعض شافعی اور حنبلی علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر مخلوط میں مال غیر ربوی، مال ربوی سے زیادہ ہے تو پھر یہ خرید و فروخت جائز ہے ورنہ نہیں۔ (۲۲)

اب اس مسئلہ کو شیئرز پر منطبق کر کے دیکھیں تو صورت یہ ہے کہ اگر کمپنی کا شیئرز مثلاً قیمت اسمیہ کے مطابق سو روپیہ کا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ کمپنی کے سو روپے کے اثاثوں کے مقابل ہے۔ اگر کمپنی کے جامد اثاثے نہیں ہیں تو پھر سو روپے کا شیئرز سو روپے کے مقابل ہے۔ لہذا اگر اب شیئرز ۱۰۵ روپے کا بیچا تو یہ سود ہوگا اور اگر کمپنی کے جامد اثاثے بھی ہیں اور نقد بھی تو اب یہ سو روپے کا شیئرز نقد اور جامد کے مقابل ہے لہذا تفاضل یعنی زیادتی کے ساتھ اس کی خرید و فروخت جائز ہو جائے گی۔ (۲۳)

**شیئرز کی خرید و فروخت برائے تجارت کے جواز کے دلائل:**

اگر شیئرز ہولڈرز، شیئرز کو کمپنی سے ملنے والے نفع کے لیے نہیں بلکہ تجارت کے لیے خریدتا ہے تو اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ چونکہ بازار حصص میں شیئرز کی تجارت اندازوں (Estimates) اور تخمینوں (Speculation) پر مدار رکھتی ہے لہذا اسکی بات کی دلیل پیش کرنا ہوگی کہ تخمینوں کے ذریعے کی جانے والی خرید و فروخت صحیح ہے اور یہ سڑ نہیں ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ سڑ کی حقیقت دو باتوں میں دائر ہے۔ اول یہ کہ سڑ وہ ہوتا ہے جس میں ایک طرف سے ادائیگی متعین ہو اور دوسری طرف سے موبوم ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرف سے ادائیگی ہو رہی ہے اسکی رقم دو باتوں میں دائر ہو یا تو یہ رقم خود بھی ڈوب جائے گی یا اور رقم کو کھینچ کر لائے گی۔

ظن و تخمین پر مشتمل ہر معاملہ اور بیع ناجائز نہیں ہوتی بلکہ شرعی رعایت نہ رکھنے سے معاملہ ایسا بن جاتا ہے۔

۱۔ جن کمپنیوں کے شیئرز بازار حصص میں فروخت ہو رہے ہیں مگر وہ ابھی وجود میں نہیں آئیں

توان کے شیئرز بیع غیر مملوک ہے جو ناجائز ہے۔

۲۔ جن صورتوں میں کوئی بیع و شراء نہیں ہوتی صرف آخر میں جا کر آپس میں فرق برابر کر لیتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے۔ کیونکہ یہاں کوئی بیع ہوئی ہی نہیں۔

۳۔ مستقبل کی بیع جو غائب سودوں میں ہوتی ہے وہ بھی ناجائز ہے کیونکہ بیع ان چیزوں میں ہے جن کی مستقبل کی طرف اضافت با اتفاق فقہاء ناجائز ہے۔

۴۔ رہا یہ امر کہ شیئرز پر شرعی قبضہ کیسے متحقق ہوگا۔ تو اس کے بارے میں دلائل دونوں طرف کے موجود ہیں یعنی یہ بھی کہ جب بائع اور مشتری نے خرید و فروخت کا معاملہ کر لیا اور شیئرز کے تمام منافع و نقصان اب مشتری کے ذمہ ہیں تو اب قبضہ شرعی کی روح موجود ہے۔ اس لیے کہ بیع قبل القبض کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ ضمان مشتری کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ اس جہت کو دیکھیں تو شیئرز کی بیع قبل القبض جائز ہے مگر یہ اصول کہ ہر شے کا قبضہ عرف کے مطابق ہوتا ہے اور عرف میں قبضہ اسی وقت سمجھا جاتا ہے جب شیئرز ہاتھ میں آجائے تو پھر بیع ناجائز ہونی چاہیے۔

غور کرنے سے جہت اول راجح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ جہاں حقیقی اور حسی قبضہ نہ ہو سکے وہاں اگر تخلیہ کے ذریعے بیع کا ضمان مشتری کی طرف منتقل ہو جائے تو یہاں وہ دونوں علتیں ختم ہو جاتی ہیں جن کے باعث بیع قبل القبض ناجائز ہوتی ہے۔ یعنی ”رجح المایضمن اور غرر انفساخ۔“ رجح المایضمن کا معنی تو واضح ہو چکا کہ اس چیز کا نفع حاصل کرنا جسکی ذمہ داری ابھی نہیں اٹھائی۔ غرر انفساخ کا معنی ہے کہ جب چیز بائع اول نے قبضہ کے بغیر مشتری کو بیچی اور اس مشتری نے پھر بائع بن کر یہ چیز آگے بیچ دی تو اگر اس پہلی بیع میں بیع قبل القبض ہی ہلاک ہو گیا تو بیع اول فسخ ہو جائے گی۔ اور پھر بیع ثانی فسخ ہو جانے کا احتمال شروع ہی سے رکھتی ہے اور یہی غرر انفساخ کا ہے کہ بوقت بیع، بیع کے فسخ ہو جانے کا دھوکہ پایا جائے۔

اب تخلیہ کا معنی یہ ہے کہ مشتری اور بیع کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص نے اپنے گھر میں ایک برتن میں موجود سرکہ فروخت کیا اور مشتری کے سامنے کر دیا۔ مشتری نے اس برتن پر اپنی کوئی نشانی لگائی اور برتن کو سیل (Seal) کر دیا اور بائع ہی کے گھر میں رکھ دیا۔ اب اگر یہ سرکہ ضائع ہو گیا تو مشتری کے مال میں سے ہی ضائع سمجھا جائے گا۔

”واجمعو علی ان التخلیة فی البیع الجائز تكون قبضا و فی البیع الفاسد روايتا

ن والصحیح انها قبض ..... رجل باع خلا فی دن فی بیتہ فخلی بینہ و بین

المشتری فخر المشتري على الدين وتركه في بيت البائع فهلك بعد ذلك فانه

يهلك من مال المشتري في قول محمد و عليه الفتوى. (۲۴)

اب چونکہ شیئرز کی فروخت کمپنی میں بائع کے حصہ مشاع (مشتہر کہ حصہ) کی فروخت ہے اور مشاع کا قبضہ حسی تو ہونے میں سکتا اس لئے وہاں فقہاء نے تخلیہ ہی کو قبضہ قرار دیا ہے۔ صاحب المسبوط علامہ سر حسی بیج اور اجارہ میں مشاع کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وهذا بخلاف البيع، لان التسليم هناك بالتحلية يتم وذلك في الجزء

الشائع يتم“ (۲۵)

اب دوسری طرف صورت حال یہ ہے کہ بازار حصص میں Short Sale کا عام رجحان ہے۔ Short Sale کا معنی ہے بیع غیر مملوک۔ ایسی چیز کی فروخت جس کا بائع مالک نہیں۔ اب اگر بائع نے Short Sale کی تو یہاں خود بائع بھی ابھی شیئرز کا مالک نہیں بنا تو وہ مشتری کو کیسے شیئرز کا تخلیہ دے سکتا ہے۔ نیز کراچی اسٹاک ایکسچینج کے قواعد و ضوابط میں یہ چیز مصرح ہے کہ حاضر سودوں (فوری سودوں) کا تصفیہ پیر کے دن ہوگا۔ اگر بائع اس دن شیئرز کا قبضہ مشتری کو نہ دے سکا تو مشتری اس کمپنی کے اتنے شیئرز بازار سے خریدنے کا حق دار ہو گا اور اگر اسے مطلوبہ شیئرز اس قیمت کی نسبت مہنگے ملے جس پر وہ بائع سے خرید کا سودا کر چکا تھا تو بائع اس کا ذمہ دار ہوگا اور مشتری کے نقصان کو پورا کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بائع نے پیر کے دن تک شیئرز یا تو اسلئے مشتری کے حوالے نہیں کئے کہ وہ شیئرز اسکے پاس پہنچے ہی نہیں تھے کہ آگے بیچ دیے جاتے یا یہ کہ اسکا ارادہ بدل گیا تھا، دونوں صورتوں میں بات ظاہر ہے کہ اس نے مشتری کو تخلیہ دیا ہی نہیں۔ نیز یہ کہ جب اسٹاک ایکسچینج کے قواعد بجائے بائع کے مطلوبہ شیئرز مشتری کو دینے کے، مشتری کو یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ بازار سے کسی دوسرے شخص سے خرید لے بالفاظ دیگر پہلی بیع فسخ کر دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مشتری کا قبضہ نہیں ہوا اور بائع نے کسی اور کو بیچ دیئے ہیں۔

اس تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مشتری کا قبضہ ڈیلوری سے ہی متحقق ہوگا اور یہ مشتری آگے

اسی وقت فروخت کر سکتا ہے جب اسے باقاعدہ ڈیلوری مل جائے۔ (۲۶)

مانعین کے اعتراضات

۱۔ کمپنی کا معاملہ شرکت عنان کا نہیں۔ اس کے بالمقابل کمپنی کے قواعد و ضوابط میں یہ لکھا ہوا

ہوتا ہے کہ ڈائریکٹر حضرات اجرت لیں گے تو یہ معاملہ اجارہ کا ہے۔ جب قواعد و ضوابط میں ہی اجرت پر کام

کرنے کا ذکر ہے تو پھر اس معاملہ کا عقد اجارہ ہونا ثابت ہے۔ شرکت عنان میں تو ہر عامل کو محنت اور سرمایہ کے بقدر متناسب نفع ملتا ہے۔ اس بات کا ذکر کمپنی کے قواعد و ضوابط میں نہیں ہوتا۔

۲۔ شریک عقد خود اجیر بھی ہو اسکی نظیر فقہ اسلامی میں نہیں۔ (۲۷)

۳۔ جب عقد اجارہ فاسد ہو گیا تو اب محض آواز اٹھانے سے یہ فساد تو مرتفع نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص جبکہ یہ آواز اٹھانا شرط ہے اور شرط مشروط پر مقدم ہوتی ہے۔ اس کا معنی تو یہ ہوا کہ شیئرز خریدتے وقت آواز اٹھائے۔ (۲۸)

۴۔ سود لینے سے بچت تو ممکن ہے مگر جب ڈائریکٹر حضرات نے کمپنی چلانے کے لئے قرضہ لیا تو اس کا سود وہ حصہ داروں کے نفع میں سے نکالیں گے۔ لہذا یہاں سود دینے کا معاملہ ہوا جو ناجائز ہے۔ (۲۹)

۵۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کو غالباً اسکا اندازہ نہیں تھا کہ کمپنی کے قواعد و ضوابط پہلے سے باقاعدہ طے ہوتے ہیں جس میں ڈائریکٹر کا اجرت پر کام کرنا مصرح ہوتا ہے اسی لئے حضرت تھانویؒ انہیں صرف وکیل قرار دے دیتے ہیں۔ (۳۰)

### مجوزین کی طرف سے جو ابات

۱۔ کمپنی کے وجود میں آنے کیلئے عقد اجارہ ضروری نہیں بلکہ جب ممبران رقم اکٹھی کرتے ہیں اور کمپنی بن جاتی ہے تو مخصوص مدت کے بعد اسکی ایک میٹنگ ہوتی ہے جس میں ڈائریکٹر حضرات کی تقرری اور اسکی اجرتیں متعین ہوتی ہیں۔ لہذا اگر عقد اجارہ ہوتا بھی ہے تو ضمنی طور پر۔ (۳۱)

۲۔ شریک خود اجیر ہو سکتا ہے۔ احسن الفتاویٰ میں متعدد نصوص ذکر کرنے کے بعد منجملہ امور کے مندرجہ ذیل امور ذکر کیے ہیں۔

۱۔ ”شریک کو اجیر رکھنے کا جواز کسی نص شرعی سے ثابت نہیں، امام ابوحنیفہؒ سے بھی اس بارے میں کوئی روایت نہیں۔ امام محمدؒ کا قول عدم جواز کا ہے مگر اسکے ساتھ علت ذکر نہیں۔ پھر بعض مشائخ نے جو علتیں بیان فرمائی ہیں وہ دوسرے مشائخ کی نظر میں مخدوش ہیں۔ فقیر طحان اگرچہ نص شرعی سے ثابت ہے تاہم بعض مشائخ نے محض تعامل کے باعث اسکے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ ترک نص شرعی کے لئے تعامل عام کی شرط ہے مگر ترک نص مذہب کے لئے خاص تعامل بھی کافی ہے۔ مذہب حنفی ہونے کی حیثیت سے اقوال صاحبین سے تعامل مقدم ہے۔ نص مذہب کو تو تعامل خاص سے بھی ترک کر دیا جاتا ہے اور کمپنی کے شرکاء کو

اجیر رکھنے کا تو تعامل عام ہے لہذا اس میں بطریق اولیٰ نص مذہب متروک ہوگی۔ بالخصوص جبکہ یہ نص امام بھی نہیں بلکہ قول امام محمد ہے جس سے تعامل مقدم ہے۔ پھر مضاربت سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ مضارب عمل مشترک سے نفع حاصل کرتا ہے۔“ (۳۲)

۳۔ یہ اعتراض کہ اجرتیں اور الاؤنسنز مجہول ہوتے ہیں، صحیح نہیں اسلئے کہ وہ عرفاً متعین ہوتے ہیں۔ (۳۳)

۴۔ ہر کمپنی کے نظام میں سودی قرض لینے کا ذکر نہیں ہوتا۔ اگر بعض کمپنیوں کے نظام میں سود لینے کا ذکر ہوتا ہے تو پھر ساتھ ”سود“ کا لفظ نہیں ہوتا۔ ہاں بعض کمپنیوں کے نظام میں قرض لینے کا ذکر ہوتا ہے مگر وہ ضمنی چیز ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ عقد شرکت ہے اور شرکت شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتی بلکہ شرط فاسد خود بخود باطل ہو جاتی ہے۔ (۳۴)

مانعین کی طرف سے جوابات پر اعتراضات

۱۔ کمپنی کے قواعد و ضوابط میں یہ تو طے ہوتا ہے کہ ڈائریکٹر حضرات کمپنی کے امور چلائیں گے اور اجرت پر کام کریں گے۔ اگر چنان کا تقریباً بعد میں ہوتا ہے۔ مگر اجرت پر کام کرنے کا ذکر قواعد و ضوابط میں ہوتا ہے۔ (۳۵)

۲۔ احسن الفتاویٰ کا فتویٰ شریک فی المال سے اجرت پر کام کروانے کا جواز ثابت کرتا ہے نہ کہ شریک بہ شرکت عنان سے۔ (۳۶)

۳۔ ڈائریکٹر حضرات کی اجرتیں اور الاؤنسنز عرفاً متعین اسلئے ہوتے ہیں کہ کسی کو یہ خبر نہیں کہ ڈائریکٹر حضرات کیا کچھ لے جاتے ہیں اگر خبر ہو جائے تو یہ شرط مفضی الی النزاع ہے۔ (۳۷)

۴۔ اگر کمپنی کے نظام میں سود لینے کا تذکرہ نہیں ہوتا تو پھر کمپنی اپنا کام کس طرح چلاتی ہے کمپنی کا قرضہ لینا معروف ہوا اور المعروف کا لشرط۔ پھر یہ عقد، عقد شرکت نہیں بلکہ اجارہ ہے جو شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے۔ نیز ایسی کمپنیاں جو سودی قرض نہ لیتی ہوں اقل القلیل اور نادر ہیں۔ اور النادر کا لمعدوم۔ (۳۸)

مانعین اور مجوزین کے دلائل پر نقد و تبصرہ:

راقم الحروف کے نزدیک جانین کے دلائل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قابل نزاع دو امور ہیں:

امراول: کمپنی میں عقد شرکت عنان اصل اور عقد اجارہ تابع ہے یا اس کا عکس ہے۔ یعنی عقد اجارہ اصل

ہے یا شرکت اموال ہے اور عقد اجارہ اس کے تابع ہے؟

امردوم: کمپنیوں کی اکثریت سودی لین دین کرتی ہیں۔ آیا اس سے خلاص کسی طور ممکن ہے؟

جہاں تک امر اول کا تعلق ہے تو بظاہر کمپنی کی حقیقت شراکت بہ شرکت عنان ہے۔ اس لیے کہ شرکت عنان میں جس طرح نفع بقدر تناسب شراکت ملتا ہے، اسی طرح کمپنی میں نفع بقدر تعداد حصص ملتا ہے۔ پھر یہ بات اگرچہ واجب التسلیم ہے کہ ڈائریکٹر حضرات کے کام چلانے کا ذکر اور ان کی اجرتوں پر تقرری کا ذکر ابتدائی قواعد و ضوابط (Articles of Association) میں ہوتا ہے تاہم جب شیئر ہولڈرز ان کی اجرتوں اور مراعات پر اعتراض نہیں کرتے تو پھر ایسی صورت میں یہ عقد اجارہ جہالت کی وجہ سے فاسد نہیں ہوگا۔ راقم کے خیال میں اگر شیئر ہولڈرز کو ان مراعات کا علم بھی ہو جائے جو ڈائریکٹر حضرات کو ملتی ہیں پھر بھی وہ اعتراض نہ کریں۔ جس قدر نفع ان شیئر ہولڈرز کو ملتا ہے وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہیں گے کہ ان مراعات پر اعتراض کرنے سے ان کا یہ نفع بھی ہاتھ سے جاتا رہے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمپنی کا نظام بہر حال ان ڈائریکٹر حضرات کے ذریعے چلتا ہے۔

جہاں تک امر دوم کا تعلق ہے تو یہ ایک حقیقت ہے کہ کمپنی کا اصل مقصد وہ تمام ذرائع و وسائل بروئے کار لانا ہوتا ہے، جس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ نفع کمایا جاسکے۔ کمپنی اس مقصد کے حصول کے لیے سودی قرض لینے اور دینے سے بھی گریز نہیں کرتی۔ راقم کے خیال میں مولانا شرف علی تھانویؒ کی یہ تجویز کہ شیئر ہولڈرز اس سودی لین دین کے خلاف آواز اٹھانے سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں، بظاہر اس اشکال کا بہترین حل ہے۔ تاہم کیا عملی طور پر ایسا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ اولاً تو شیئر ہولڈرز کے پاس اتنا وقت کہاں کہ وہ سالانہ اجلاسوں میں شرکت کر سکیں۔ ثانیاً یہ کہ اگر وہ بالفرض شریک بھی ہو جائے تو وہاں اس کے لیے آواز لگانا قریباً ناممکن ہے۔ ثالثاً یہ کہ جب یہ بات ثابت ہے کہ ۹۰ فیصد لوگ نفع کے سالانہ حصول کے لیے نہیں بلکہ تجارت کی غرض سے شیئر خریدتے ہیں تو پھر بظاہر یہ تو جیہہ بے اثر معلوم ہوتی ہے۔

یہاں ایک سوال علماء کے لیے غور طلب ہے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ کمپنی جیسی وسیع و عریض شراکت میں جہاں شریک خود مؤثر نہ ہو وہاں سودی قرض کا گناہ شریک کو نہ ہو۔

یہ سوال علماء و فقہاء امت کے لیے گہرے غور و فکر کا مستقضي ہے۔ اگر سوال کا جواب مثبت ہو تو پھر شیئر کی خرید و فروخت کے جواز کی صورت مجوزین کی عائد کردہ شرائط کے ساتھ نکل سکتی ہے ورنہ اس کا جواز کسی طور پر ممکن نہیں۔

## حوالہ جات و حواشی

- ۱- محمد تقی عثمانی، مولانا، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۳ء، ص ۲۴، ۵۸-۵۵
- ۲- اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۸۰-۸۱
- ۳- صحیح مسلم، کتاب المساقاة، انتخاب الوضع من الدین، ۱۱۹۱/۳، ج ۱۵۶، ص ۱۵۶
- ۴- اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۸۱-۸۳؛ محمد عمران اشرف عثمانی، ڈاکٹر، شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، کراچی، مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۰ء، ص ۳۳۲-۳۳۸
- ۵- شیئرز کی مذکورہ بالا تفصیل مندرجہ ذیل کتب سے لی گئی ہے: (i) اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۷۰-۷۴ (ii) نور احمد شاہ تاز، ڈاکٹر، جدید معاملات کی شرعی حیثیت، کراچی، اسکا لرز اکیڈمی، ۱۹۸۵ء، ص ۲۹-۵۸ (iii) عبدالواحد، مفتی، ڈاکٹر، فقہی مضامین، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۲۰۰۶ء، ص ۲۰۱-۲۰۲ فقہی مضامین، ص ۲۰۶، محمد تقی امینی، مولانا، اسلام اور جدید دور کے مسائل، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س-ن، ص ۲۰۶
- ۷- محمد یوسف لدھیانوی، مولانا، آپ کے مسائل اور ان کا حل، کراچی، مکتبہ لدھیانوی، ۱۹۹۸ء، ص ۸۲/۶-۸۶-سنہ صلی، برہان الدین مولانا، موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل، لاہور، الفیصل ناشران، س-ن، ص ۱۹۶
- ۸- فقہی مضامین، ص ۲۰۲-۲۰۴
- ۹- فقہی مضامین، ص ۲۰۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل، ص ۸۳/۶-۸۶؛ موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل، ص ۱۹۶؛ اسلام اور جدید دور کے مسائل، ص ۱۵۱
- ۱۰- یہ مندرجہ بالا دلائل (دلیل چہارم سے دلیل ششم تک) مولانا محمد تقی امینی نے دیئے ہیں۔ اسلام اور جدید دور کے مسائل، ص ۱۶۱-۱۶۲
- ۱۱- تھانوی، اشرف علی، مولانا، امداد الفتاویٰ، کراچی، مکتبہ دارالعلوم، س-ن، ص ۴۸۶/۳-۵۱۲؛ (مولانا تھانوی کے ہاں یہ منقطع تفصیل تو نہیں ملتی البتہ مولانا نے ان مندرجہ بالا شرائط میں سے بعض کا تذکرہ کیا ہے۔)
- اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۸۶-۸۹؛ شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، ص ۳۳۲-۳۳۳؛ فتویٰ دارالعلوم دیوبند، مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا، (مرتب) جدید فقہی مباحث، کراچی، ادارۃ القرآن، س-ن۔ ۱۹/۱۸-۱۹؛ (موخر الذکر کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ شیئرز کی مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ جواز کا فیصلہ اسلاک اکیڈمی انڈیا کا مستفاد فیصلہ ہے۔) دارالعلوم دیوبند انڈیا کافتویٰ، دارالعلوم کی ویب سائٹ پر



ملاحظہ ہو۔

www.darululoom-deoband.com

جامعہ نوریہ سائنٹ کراچی کافتویٰ مدرسہ کی ویب سائٹ پر ملاحظہ ہو: www.binoria.org،  
مفتی نظام الدین کے ہاں دارالحرب میں جواز سود کی وجہ سے حصص کی خرید و فروخت کی گئی ہے۔ نظام الدین،  
مفتی، نظام الفتاویٰ، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، س۔ ن۔ ۲۵۲/۱۔ ۲۵۳۔  
عظمت اللہ نبوی، مولانا، شیئرز کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت، (سہ ماہی) المباحث اسلامیہ، مارچ  
جون، ۲۰۰۶ء، ص ۲۲-۲۳؛ محمد طاہر مسعود، مفتی، حصص کی خرید و فروخت، (سہ ماہی) المباحث اسلامیہ،  
جون ستمبر، ۲۰۰۴ء، ص ۳۷-۳۸؛

- ۱۲۔ اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۹۱-۹۲؛ شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، ص ۳۳۳-۳۳۵؛ جدید  
فقہی مباحث، ص ۱۰/۱۶؛ حصص کی خرید و فروخت، ص ۳۹؛ شیئرز کی خرید و فروخت کی شرعی حیثیت،  
ص ۲۶-۲۵  
۱۳۔ اشاک ایچینج میں شیئرز کی خرید و فروخت اور ان پر قبضہ سے متعلق حکم شرعی کی تحقیق، دارالافتاء دارالعلوم،  
کراچی، (ماہنامہ) البلاغ، اگست، ۲۰۰۵ء، مدیر محمد تقی عثمانی، مفتی، کراچی، جامعہ دارالعلوم، ص ۱۱۲  
۱۴۔ اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۷۹؛ شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، ص ۳۱۸-۳۱۷؛ شیئرز کی  
خرید و فروخت کی  
شرعی حیثیت، ص ۲۴؛ عبدالرشید، مفتی، کمپنی، بورڈ آف ڈائریکٹرز اور شیئرز ہولڈر کا باہمی رشتہ، (سہ ماہی)  
المباحث

الاسلامیہ، مارچ جون ۲۰۰۴ء، ص ۵۹

۱۵۔ کاسانی، علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود، بدائع الصنائع، بیروت، دارالکتب العربی، ۱۹۸۲ء، ۶/۶۵

۱۶۔ امداد الفتاویٰ، ۳/۳۹۱؛ شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، ص ۳۲۰؛ شیئرز کی خرید و فروخت کی شرعی  
حیثیت، ص ۲۳، کمپنی،

بورڈ آف ڈائریکٹرز اور شیئرز ہولڈرز کا باہمی رشتہ، ص ۶۰-۶۱

۱۷۔ امداد الفتاویٰ، ۳/۳۹۲

۱۸۔ ایضاً، ۳/۳۹۱

۱۹۔ امداد الفتاویٰ، ۳/۳۹۱؛ اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۸۸؛ شرکت و مضاربت عصر حاضر میں،  
ص ۳۳۰

۲۰۔ امداد الفتاویٰ، ۳/۳۸۸؛ شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، ص ۳۳۱؛ شیئرز کی خرید و فروخت کی شرعی

حیثیت، ص ۲۵، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۸۸-۸۹

۲۱۔ سرخسی، محمد بن ابی سہل، المسبوط، بیروت، داراللمعی، س۔ ن۔ ۱۳/۵

شرینی، محمد بن احمد، مفتی المحتاج، بیروت، دارالاحیاء التراث العربی، ۲/۲۸؛

ابن قدمہ، عبداللہ بن احمد، المغنی، بیروت، دارالفکر، ۱۴۰۵ھ، ۴/۴۳

- ۲۲۔ اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۸۶؛ شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، ص ۳۳۲-۳۳۵
- ۲۳۔ اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص ۸۶-۸۷؛ شرکت و مضاربت عصر حاضر میں، ص ۳۳۵-۳۳۸
- ۲۴۔ شیخ نظام و جماعۃ علماء، فتاویٰ عالمگیری، دار الفکر، ۱۳۱۱ھ، ۱۶/۳
- ۲۵۔ المیسوط، ۱۳۶/۱۵
- ۲۶۔ شیئرز پر شرعی قبضہ سے متعلق یہ تفصیل دارالعلوم کراچی کے فتویٰ سے لی گئی ہے۔ استفتاء، اسٹاک ایکسچینج میں شیئرز کی خرید و
- فروخت اور ان پر قبضہ سے متعلق حکم شرعی کی تحقیق، (ماہنامہ) البلاغ، اگست ۲۰۰۵ء، ص ۱۰۶-۱۱۳
- ۲۷۔ فقہی مضامین، ص ۴۰۷
- ۲۸۔ ایضاً، ص ۴۱۱
- ۲۹۔ ایضاً، ص ۴۱۱
- ۳۰۔ ایضاً، ص ۴۱۰-۴۱۱
- ۳۱۔ دارالعلوم کراچی کا مورخہ ۱۹ ربیع الثانی، ۱۴۲۵ھ کا فتویٰ بحوالہ فقہی مضامین، ص ۴۰۷-۴۰۸
- ۳۲۔ لدھیانوی، رشید احمد مفتی، احسن الفتاویٰ، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۲۵ھ، ۷/۳۲۱-۳۲۸
- ۳۳۔ دارالعلوم کراچی کا فتویٰ، بحوالہ فقہی مضامین، ص ۴۰۸
- ۳۴۔ دارالعلوم کراچی کا فتویٰ، بحوالہ فقہی مضامین، ص ۴۰۹
- ۳۵۔ ایضاً، ص ۴۰۸
- ۳۶۔ ایضاً، ص ۴۰۸
- ۳۷۔ ایضاً، ص ۴۰۸-۴۰۹
- ۳۸۔ ایضاً، ص ۴۰۹